امام ابن جریر طبریؒ کی علمی خدمات اور مؤرخانہ حیثیت کا تحقیقی جائزہ

Imam Ibne Jarir Tabari , his religious services and historical status: A research overview

جانس خان[i] محمد اسلام[ii]

Abstract

Imam Muhammad binJareerTabari, commonly known as IbneJareerTabari was a renowned scholar of his time. He was born in "Aamil" an area of Tabaristan and led his life in Baghdad (capital of Iraq). He was a scholar of Tafseer, Hadith and History. As Mufassir he wrote "TafseereTabari", as Historian "Tareekhul Umam WalMuluk" and many other books. Some people link him to Shia (an Islamic sect), but they make mistake about him as Another Tabari, by chance, with same name exist in the history who was a Shia scholar. He was also the writer of many books. This article discusses the services of IbneJareerTabari, who was the scholar and representative of Sunni (a sect of Islam). As a historian, as said earlier, he wrote a famous book with the name of "TareekhulUmamWalMuluk". He discusses many events in a different way than other historians.

امام طبریؒ کا پورا نام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبریؒ[1] ہے۔ طبرستان کے علاقے آمل[2] میں پیدا ہوئے[3]۔ علم کے حصول کے لئے بہت سے علاقوں کے سفر کیے اور اپنے وقت کے مشہور علماء سے استفادہ کیا۔ عراق کے شہر بغداد[4] میں مستقل رہائش اختیار کی اور ۳۱۰ھ / ۹۲۲ء کو ۸۶ سال کی عمر میں وہیں وفات پائی اور اپنے گھر میں دفن کیے گئے۔

آپ ایک ہی وقت میں مفسر قرآن، محدث، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال جاننے والے اور لوگوں کے احوال جاننے والے عالم تھے۔ آپ کی تصانیف تو زیادہ ہیں تاہم ان میں جامع البیان عن

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

ii پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

تأویل آی القرآن (تفسیر طبری)، تہذیب الآثار، اختلاف الفقہاء اور تاریخ الامم والملوک وغیرہ مشہور ہیں[5]۔

ابن جریر طبریؒ کے بارے میں علمائے کرام اور محدثین کے اقوال اور تحریرات

ابو حامد الاسفرائنیؒ[6] کا قول ہے:

لو سافر رجل إلى الصين في تحصيل تفسير ابن جرير لم يكن كثيرا[7]. "اگر کوئی شخص ابن جریر طبری کی تفسیر کے حصول کے لئے چین جیسے دور دراز ملک کا بھی سفر کرے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔"

خطیب بغدادیؒ[8] کا قول ہے:

وكان من أكابر أئمة العلماء، ويحكم بقوله ويرجع إلى معرفته وفضله، وكان قد جمع من العلوم ما لم يشاركه فيه أحد من أهل عصره، وكان حافظا لكتاب الله، عارفا بالقراءات كلها، بصيرا بالمعاني، فقيها في الاحكام، عالما بالسنن وطرقها وصحيحها وسقيمها، وناسخها ومنسوخها[9]. "ابن جریر الطبریؒ بڑے آئمہ میں سے تھے۔ آپ کی بات نہ صرف مانی جاتی بلکہ بوقت ضرورت ان کے فضل و معرفت کی طرف رجوع بھی کیا جاتا تھا۔ اپنے وقت میں انہوں نے ایسے علوم جمع کئے جن میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ آپ حافظِ قرآن، قرأت اور معانی کے ماہر، احکام فقہ، سنت و طریقت کے عالم، حدیث کی صحت و سقم اور ناسخ و منسوخ کے جاننے والے تھے۔"

ابن خزیمہؒ[10] کا قول ہے:

ما أعلم على أديم الارض أعلم من ابن جرير[11]. "میں روئے زمین پر ابن جریر سے بڑا کوئی عالم نہیں جانتا۔"

ابن کثیرؒ[12] فرماتے ہیں:

وكان من العبادة والزهادة والورع والقيام في الحق لا تأخذه في ذلك لومة لائم[13]. "ابن جریر طبری عبادت، زہد و تقویٰ اور حق کے قائم کرنے میں کسی کی ملامت سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔"

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ[14] لکھتے ہیں:

ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين [15]. "ابن جریر اسلام کے قابل اعتماد آئمہ کبار میں سے ہیں۔"

علامہ ذہبی[16] لکھتے ہیں:

محمد بن جرير بن يزيد الطبري، الامام الجليل المفسر، ابو جعفر صاحب التصانيف الباهرة[17]. "محمد بن جریر امام جلیل، مفسر اور صاحب تصانیف تھے۔"

علامہ فرغانیؒ فرماتے ہیں:

كان محمد بن جرير ممن لا تأخذه فی الله لومة لائم[18]." یعنی ابن جریرؒ حق کے بیان کرنے میں کسی کی ملامت کرنے سے نہیں ڈرتے تھے۔"

علماء کرام کے ان اقوال کی روشنی میں محمد بن جریر طبریؒ کی علمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اہل سنت و الجماعت کے امام، مفسر اور مؤرخ تھے۔ بحیثیت مؤرخ آپ نے جو کتابیں مرتب کی ہیں وہ اسلامی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے اور بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئیں تقریباً ہر ایک نے تاریخ طبریؒ سے اخذ کیا۔ اسلامی تاریخ کے موضوع پر لکھی گئی آپ کی کتاب کا نام تاریخ الامم والملوک ہے۔

تاریخ الامم والملوک پر تبصرہ

امام طبریؒ کی یہ کتاب ایک تاریخی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد کے مؤرخین جن میں ابن الاثیرؒ، ابن کثیرؒ، مسعودیؒ، اور ابن خلدونؒ وغیرہ شامل ہیں، سب نے اس کتاب کو مآخذ بنا کر اس سے استفادہ کیا۔ اس کتاب میں زمانی ترتیب کے ساتھ کائنات کی ابتداء سے لے کر ۳۰۲ھ تک کے واقعات درج ہیں۔ جلد اول میں وقت کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کو پیدا کیا۔ زمانہ کیا ہے؟ اور اس کی اصلیت کیا ہے؟ اس میں مصنف نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر ابلیس کے متعلق بیان ہے کہ زمین و آسمان میں اس کی حیثیت کیا تھی؟ اس کے بعد خلق آدمؑ کا ذکر ہے۔ آدمؑ کا جنت میں ہونا، حضرت حواؑ کی پیدائش، جنت کی زندگی، خطا کا سرزد ہونا اور ان دونوں کا جنت سے نکالا جانا، اس وقت اور دن کا تعین کہ جب انہیں جنت سے نکالا گیا۔ ابن جریر طبری نے ان تمام واقعات کو پوری تفصیل سے بیان کیا ہے اور ان میں وارد مختلف روایات کا ذکر کیا ہے۔

ان واقعات کے بعد حضرت آدمؑ کی اولاد کا ذکر ہے۔ پھر زمانی ترتیب کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کا ذکر، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے مختلف انبیاء کا تذکرہ ہے۔ یعنی موسیٰؑ، یوشع بن نونؑ، شموئیلؑ، داوٗدؑ اور سلیمانؑ کا تذکرہ ہے۔ زمانی ترتیب کو جاری

رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ کی پیدائش کا ذکر ہے۔ آپ کا شجرہ نسب بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی شادی کا ذکر ہے۔ پھر وحی کا آنا، نبوت کا ملنا اور ان واقعات کو ابن جریر طبریؒ نے پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ جلد مکی دور پر ختم ہوتی ہے۔

کتاب کی دوسری جلد ہجرت مدینہ سے شروع ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا مدینہ ہجرت کرنا اور اس کے بعد اسلام کا پہلا جمعہ پڑھانا، پھر غزوات کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ سے متعلق مختلف افراد اور اشیاء کی تفصیلات درج ہیں جیسے نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات، آپ ﷺ کے گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور اونٹوں کا بیان، تلواروں اور نیزوں کا بیان، ختم نبوت کا بیان، آپ ﷺ کے بالوں کا بیان ان کے بعد نبی کریم ﷺ کی مرض وفات اور پھر وصال کا تذکرہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کی وصال کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ مذکور ہے۔ اس میں خلافت کے متعلق مختلف لوگوں کے دلائل اور بالآخر ابو بکر صدیقؓ کا خلیفہ مقرر کیے جانے کا تذکرہ ہے۔ ان واقعات کے بعد سیرت ابو بکر صدیقؓ کا تذکرہ اور ان سے متعلق مختلف واقعات کا ذکر ہے۔ آپ کے دور میں پیش آمدہ بعض مسائل اور مشکلات کا بیان ہے جیسے جھوٹے مدعیان نبوت، بعض قبائل کا زکوۃ کی ادائیگی سے انکار وغیرہ۔ اس طرح سیدنا عمر فاروقؓ، پھر سیدنا عثمان غنیؓ، پھر سیدنا علیؓ کا تذکرہ اور ان کی دورِ حکومت کا ذکر ہے۔ جلد دوم کا اختتام سیدنا علیؓ کے دورِ حکومت کے بعض واقعات پر ہے۔

تیسری جلد کا آغاز بھی سیدنا علیؓ کے دورِ حکومت کے بعض واقعات سے ہے۔ اس کے بعد سیدنا معاویہ بن سفیانؓ کے واقعات کا تذکرہ ہے اور زمانی ترتیب کے ساتھ خلافت بنو امیہ کے واقعات کا ذکر ہے۔ چوتھی اور پانچویں جلد اس طرح زمانی ترتیب کے ساتھ ۳۰۲ہجری تک کے واقعات پر اختتام پذیر ہوتی ہے۔

پوری کتاب پر نظر ڈالنے سے یہ اندازہ لگانا بالکل مشکل نہیں کہ ابن جریر طبریؒ ایک بلند پایہ کے عالم تھے۔ آپ نے بہت شائستہ اور خوبصورت انداز میں زمانی ترتیب کے ساتھ واقعات بیان کیے ہیں۔ اکثر روایات کو تو آپ نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے تاہم بعض روایات سند کے بغیر بھی موجود ہیں۔ امام طبریؒ کسی واقعہ کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے اس واقعے سے متعلق صحیح، ضعیف اور موضوع، ہر طرح کے روایات بیان کرتے ہیں۔ ابن جریر طبریؒ نے اس کتاب میں روایات پر نقد وجرح نہیں کی بلکہ روایات

کو صرف جمع کیا ہے گویا کہ آپ روایات کے صرف جامع ہیں۔ تاہم روایات کو سند کے ساتھ ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ ان درج شدہ روایات کی جانچ پڑتال اور ان کی تحقیق آسانی سے کی جاسکتی ہے۔

امام طبری کی کتاب تاریخ الامم کے منہج کے بارے میں محمد محزونؒ لکھتے ہیں:

فمنهج الامام الطبری منهج محايد يقوم على جمع الاخبار والروايات ونقلها دون التدخل فی تفسيرها او تاويلها[19].

"امام طبریؒ کا تاریخ کی اس کتاب میں منہج یہ ہے کہ آپ روایات کو صرف نقل کرتے ہیں اور ان پر نقد و جرح نہیں کرتے یعنی آپ صرف ان روایات کے جامع ہیں۔"

ابن جریر طبریؒ خود اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں اس کتاب کے منہج کے متعلق لکھتے ہیں:

فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه أو يستشنعه سامعه من أجل أنه لم يعرف له وجها في الصحة ولا معنى في الحقيقة فليعلم أنه لم يؤت في ذلك من قبلنا وإنما أتي من قبل بعض ناقليه إلينا وأنما أنا أدينا ذلك على نحو ما أدي إلينا[20].

"ہمارے اس کتاب میں پہلے لوگوں کے متعلق اگر کوئی خبر یا روایت قبیح اور شنیع لگے تو قاری کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ واقعہ ہم نے خود اپنی طرف سے بیان نہیں کیا بلکہ اس کا مأخذ وہ ناقلین ہیں جنہوں نے وہ روایات ہمیں بیان کیں اور ہم نے وہ روایات صرف اسی طرح بیان کی جس طرح وہ ہم تک پہنچیں (یعنی ان میں اپنی طرف سے کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی)۔"

ابن جریر طبریؒ کے اس بیان سے بآسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب کس نوعیت کی ہے اور یہ کہ آپ نے ہر قسم کی روایات (صحیح، ضعیف اور موضوع) کو جمع تو کیا ہے لیکن آپ نے تحقیق کا کام خود کرنے کی بجائے قاری اور بعد میں آنے والوں پر چھوڑ دیا اور جس طرح یہی بات محمد مخزون کے حوالے سے اوپر کے سطور میں بیان کی گئی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زیرِ نظر تاریخ کی کتاب میں کثرت سے ضعیف اور موضوع روایات موجود بھی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ[21] نے لکھا ہے:

"امام طبریؒ کے مستند عالم ہونے میں کسی کو کلام نہیں یعنی وہ خود تو مستند شخص ہیں لیکن آپ کا مستند ہونا آپ کی تصنیفات کے مستند ہونے پر چنداں اثر انداز نہیں ہوتا۔ امام طبریؒ خود شریک واقعہ نہیں بلکہ انہوں نے جو کچھ بیان کیا، راویوں کے ذریعے بیان کیا اور ان راویوں میں اکثر ضعیف اور غیر مستند لوگ بھی ہیں[22]۔"

حاصلِ کلام یہ ہے کہ امام ابن جریر طبریؒ نے تاریخی روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ایک جگہ جمع کیا ہے۔ ان روایات کے ذریعے آنے والے لوگ اس میں غور وخوض اور تحقیق و تدقیق کے بعد ایک صحیح اور مستند فیصلہ پر پہنچ سکتے ہیں لیکن اگر ابن جریر طبریؒ محدثین کی طرح ان تاریخی روایات کو نقد و جرح کے بعد اپنی کتاب میں جمع کر لیتے تو تاریخ طبریؒ ایک مستند کتاب کا درجہ حاصل کر لیتی۔

امام ابن جریر طبری پر شیعیت کا الزام

بعض مصنفین نے ابن جریر طبریؒ پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا ہے اور کہتے ہیں کہ آپ نے بعض روایات میں شیعہ مسلک کی تائید کی ہے یا ان روایات سے شیعیت کی تائید معلوم ہوتی ہے۔ گویا آپ کا جھکاؤ شیعہ مسلک کی طرف تھا یا آپ واقعی شیعہ مسلک کے پیروکار تھے۔ ان مصنفین میں سے ایک تمنا عمادی[23] بھی ہیں۔

تمنا عمادی نے "تصویر کا دوسرا رخ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اپنے ہم خیال مختلف علماء کے مضامین شامل کی ہیں اور اس بات کی وکالت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ابن شہاب زہریؒ[24] اور ابن جریر طبریؒ دونوں کا تعلق شیعہ مسلک سے تھا۔ اس کتاب میں ایک جگہ امام طبریؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ابن جریر طبریؒ کی تاریخ وتفسیر کے ایک سرسری مطالعہ سے ہی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ طبریؒ شیعہ تھے۔ انہوں نے واقعات کو شیعی تناظر میں پیش کیا ہے اور اہل سنت کے مطمع نظر کو مسخ کرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے جس کے ذریعہ اسلام کی عظیم الشان شخصیات کے دامن داغدار ہوئے ہیں[25]۔"

تمنا عمادی کی اس کتاب میں ایک مضمون کے ذریعے ابن جریر طبری کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے مختلف دلائل پیش کی گئی ہیں۔ ان دلائل کا خلاصہ نکات کے شکل میں درج ذیل ہے۔

1. ابن جریر طبریؒ ایک غالی شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے[26]۔
2. ابن جریر طبریؒ نے معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی ہے[27]۔
3. ابن جریر طبری کو مسلمانوں کے قبرستان میں اس لئے دفن ہونے نہیں دیا گیا کہ وہ رافضی تھے[28]۔
4. ابن جریر طبری نے حدیث غدیر خم[29] کو کئی طریقوں سے صحیح ثابت کیا ہے[30]۔
5. ابن حجر العسقلانیؒ کی کتاب "لسان المیزان" سے احمد بن علی السلیمانیؒ[31] کا قول پیش کیا ہے کہ ابن جریر طبریؒ رافضیوں کے لئے حدیثیں گھڑتے[32]۔

6. ابن جریر طبریؒ پاؤں پر مسح کرنے کے قائل تھے، جو شیعہ کا مسلک ہے اور اسی رائے کو ہی بہتر سمجھتے تھے[33]۔

7. تاریخ طبریؒ میں بڑی تعداد میں روایات ابو مخنف[34] کی نقل کی گئی ہیں اور ابو مخنف کی شیعیت ثابت شدہ ہے اس لئے ابن جریر طبری بھی شیعہ ہوا[35]۔

ان دلائل کا علمی جائزہ

ابن جریر طبریؒ کو شیعہ ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی کتابوں اور مضامین میں کتنا وزن ہے، قاری خود اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ تاہم درجہ ذیل باتوں کو سامنے رکھ کر ہی کسی نتیجے پر پہنچا جائے۔

1. ابن جریر طبریؒ کا تعلق شیعہ خاندان سے تھا اور آپ شیعیت میں غلو رکھتے تھے۔

جائزہ: دراصل تراجم کی کتابوں میں ابن جریر طبریؒ کے خاندان کے مسلک کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ابن جریر طبریؒ کے دادا کا نام "یزید" تھا اور یہ بات واضح ہے کہ اس نام سے شیعوں کو نفرت ہے اس لئے کہ "یزید بن معاویہ" کے دور میں "واقعہ کربلا" پیش آیا تھا جس میں سیدنا حسینؓ کے علاوہ اہل بیت کے بہت سارے افراد نے شہادت پائی تھی لہذا ابن جریر طبریؒ شیعہ مسلک کے پیروکار نہیں تھے۔

2. ابن جریر طبریؒ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی ہے۔

جائزہ

ابن جریر طبریؒ کے کتاب تاریخ الامم والملوک کو اول تا آخر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں جہاں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے، ان کے ساتھ لعن کے الفاظ کسی بھی جگہ موجود نہیں لہذا یہ بات بے بنیاد ہے کی ابن جریر طبریؒ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی ہے۔

3. ابن جریر طبریؒ شیعہ تھے اس لئے آپ کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے نہیں دیا گیا۔

جائزہ

ابن جریر طبریؒ کو گھر ہی میں کیوں دفن کیا گیا۔ اس کے متعلق علامہ عماد الدین بن کثیرؒ لکھتے ہیں:

> ودفن فی داره لان بعض عوام الحنابلة ورعاعهم منعوا دفنهم نهارا ونسبوه الى الرفض، ومن الجلهة من رماه بالالحاد، وحاشاه من ذلک کله[36].

"ابن جریر طبریؒ کو رات کے وقت اپنے گھر میں اس لئے دفن کیا گیا کہ حنابلہ کے بعض عوام اور بے وقوف لوگ آپ کو رافضی اور شیعہ سمجھتے تھے اور انہوں نے دن کے وقت آپ کو دفن نہ کرنے دیا حالانکہ آپ ان تمام الزامات سے بالکل پاک تھے۔"

گویا کہ شیعیت کا یہی الزام حنابلہ نے آپ پر لگایا تھا اور ابن کثیرؒ نے اقرار کیا کہ آپ ان تمام الزامات سے بری تھے۔

4. امام طبریؒ نے حدیث غدیر خم کو کئی طریقوں سے صحیح ثابت کیا ہے اس لئے آپ شیعہ ہیں۔

جائزہ

اس اعتراض سے بھی ابن جریر طبریؒ کا شیعہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ کام صرف ابن جریر طبریؒ نے نہیں کیا بلکہ اہل سنت والجماعت کے دیگر بڑے علماء اور محدثین نے اس حدیث کو صحیح اسناد سے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ مسئلہ اس حدیث کے سند کو صحیح ثابت کرنے کا نہیں بلکہ حدیث کے مفہوم بیان کرنا کا ہے۔ ایک تو بعد کے زمانے کے بعض لوگوں نے اس حدیث کے الفاظ میں اضافے کئے ہیں جو کہ نبوی الفاظ نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدیث غدیر خم کا مطلب اور مفہوم اہل سنت والجماعت اور شیعہ کے درمیان مختلف ہے۔ اہل تشیع اس حدیث غدیر خم کا جو معنی اور مفہوم بیان کرتے ہیں، اہل سنت والجماعت کے نزدیک وہ مفہوم درست نہیں[37]۔

علامہ عماد الدین بن کثیرؒ لکھتے ہیں:

وقد رأيت له كتابا جمع فيه احاديث غدير خم فى مجلدين ضخيمين[38].

"میں نے دو ضخیم جلدوں میں (ابن جریرؒ) کی کتاب دیکھی ہیں جس میں آپ نے غدیر خم کی احادیث جمع کی ہیں۔"

واضح ہے کہ ابن کثیرؒ نے اس کے باوجود طبریؒ پر رفض اور شیعیت کے الزام کی تردید کی ہے اور آپ کو آئمہ اسلام کے اماموں میں سے شمار کیا ہے۔

محمد محزونؒ ابن جریر طبریؒ پر شیعیت کے الزام کے بارے میں لکھتے ہیں:

ومن الملاحظ ان الامام الطبرى ليس اول عالم من علماء السنة اتهم بالرفض، ولا آخر شخص الصقت به هذه التهمة، بل ان كثيرا من علماء اهل السنة اتهموا بهذه التهمة الباطلة[39].

"ابن جریر اہل سنت والجماعت کے پہلے یا آخری عالم نہیں جس پر رفض کا الزام لگایا گیا ہے بلکہ بہت سے علماء جو اہل سنت والجماعت میں سے ہیں، اُن پر بھی یہ جھوٹی تہمت لگائی گئی ہے۔"

ابن جریر طبریؒ اہلِ تشیع کی طرح حدیث غدیر خم سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے قائل بھی نہیں تھے بلکہ آپ خلفائے راشدین کے افضلیت کے اسی ترتیب کے قائل ہیں، جن کے قائل دیگر اہل سنت والجماعت ہیں یعنی سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اور یہ بات ابن جریر طبریؒ کی اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک سے واضح ہے[40]۔

5. احمد بن علی السلیمانیؒ کا قول کہ امام طبریؒ شیعوں کے لئے احادیث گھڑتے تھے۔

جائزہ

اس قول کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

وهذا رجم بالظن الكاذب، بل ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين[41].

"سلیمانی کا یہ قول صرف جھوٹا الزام ہے بلکہ ابن جریر طبریؒ تو اسلام کے قابل اعتماد بڑے ائمہ کرام میں سے ہیں۔"

ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

ولو حلفت ان السليمانى ما اراد الآنى لبررت والسليمانى حافظ متقن كان يدرى ما يخرج من رأسه فلا اعتقدانه يطعن فى مثل هذا الامام بهذا الباطل[42].

"میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں اور اس قسم کا مجھے کفارہ بھی ادا نہیں کرنا ہو گا کہ سلیمانی کا مراد وہ دوسرا (شیعہ ابن جریر بن رستم) ہے۔ اس لئے کہ سلیمانی حافظ متقن ہے وہ سوچ سمجھ کر کہتے ہیں۔ میں یہ نہیں مان سکتا کہ وہ اتنے بڑے امام (ابن جریر طبری بن یزید) کے بارے میں ایسی غلط بات کہہ سکتے ہیں۔"

لہٰذا شیعوں کے لئے حدیثیں گھڑنے والا شیعہ ابن جریر تھا۔

6. امام طبریؒ وضو میں پاؤں کے مسح کے قائل تھے اور یہ شیعہ مسلک ہے۔

جائزہ: ابن جریر طبریؒ پر اس اعتراض کے متعلق علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

وينزهون أبا جعفر هذا عن هذه الصفات.والذي عول عليه كلامه في التفسير أنه يوجب غسل القدمين ويوجب مع الغسل دلكما، ولكنه عبر عن الدلك بالمسح، فلم يفهم كثير من الناسمراده، ومن فهم مراده نقلوا عنه أنه يوجب الغسل والمسح وهو الدلك[43].

"ہم ابن جریر طبریؒ کو اس قسم کی باتوں (پاؤں کو دھونے کی بجائے مسح کے قائل ہونے) سے پاک سمجھتے ہیں۔ تفسیر میں آپ کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ پاؤں کے دھونے کو واجب اور دھونے کے ساتھ ساتھ پاؤں کا ملنا بھی واجب سمجھتے ہیں۔ لیکن ملنے کے لئے لفظ مسح استعمال کرتے ہیں۔ پس بہت سارے لوگ آپ کے مطلب کو نہیں سمجھ سکے۔ اور جنہوں نے اس کا مطلب سمجھا ہے، انہوں نے نقل کیا ہے کہ آپ پاؤں کے دھونے اور ملنے کے قائل ہیں اور آپ نے دلک کے لئے لفظ مسح استعمال کیا ہے۔"

ابن جریر طبریؒ اپنی تفسیر جامع البیان عن تأویل آی القرآن (تفسیر الطبریؒ) میں لکھتے ہیں:

إن الله أمر بعموم مسح الرجلينبالماء في الوضوء، كما أمر بعموم مسح الوجه بالتراب في التيمم، وإذا فعل ذلك بهما المتوضئ كان مستحقا إسم ماسح غاسل، لأن غسلها امرار الماء عليهما او اصابتهما بالماء.ومسحهما:امرار اليد او ماقام مقام اليد عليهما. فاذا فعل ذلك بهما فاعل فهو غاسل ماسح [44].

"اللہ تعالیٰ نے وضو میں پانی کے ساتھ پورے پاؤں کے مسح (ملنے) کا حکم دیا ہے جیسا کہ تیمم میں مٹی سے پورے چہرے کے مسح کا حکم ہے اور جب وضو کرنے والا ایسا کرے تو اسے غاسل (دھونے والا) ماسح (مسح کرنے والا) کہا جائے گا۔ کیونکہ پاؤں پر پانی گزارنا ان کا غسل کہلاتا ہے اور ان پر ہاتھ یا اس کے قائم مقام پھیرنا ان کا مسح کہلاتا ہے۔ پس جب کوئی شخص پاؤں پر پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے گا تو وہ غاسل ماسح ہے۔"

یعنی ابن جریر طبریؒ کے مطابق اس آیت میں صرف مسح مراد ہے اور نہ صرف دھونا بلکہ دونوں مراد ہیں یعنی پاؤں کے دھونے کے ساتھ ساتھ ان کا ملنا بھی واجب ہے۔

7. تاریخ طبری میں ابو مخنف کی روایات موجود ہیں اور ابو مخنف کے شیعہ ہونے پر علماء متفق ہیں لہذا ابن جریر طبریؒ بھی شیعہ ہوا۔

جائزہ

واقعی ابو مخنف شیعہ ہے اور تاریخ طبریؒ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ ابو مخنف کے علاوہ دیگر شیعہ راویوں جیسے کلبی [45] اور ابن الکلبی [46] وغیرہ کے روایات بھی اس کتاب میں موجود ہیں لیکن شیعہ راویوں کی روایات نقل کرنے سے کوئی شیعہ نہیں بنتا۔ ابن جریر طبریؒ نے صرف ان لوگوں کی روایات نقل کی ہیں اور اپنی کتاب میں ہر قسم کی رطب ویابس جمع کی ہے اور روایات کی صحت وضعف معلوم کرنا قاری پر چھوڑا ہے اور اس بات کی وضاحت ابن جریر طبریؒ نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں کی ہے۔ یہ کام

صرف آپ نے نہیں کیا بلکہ بہت سے نامور مسلمان مؤرخین نے کیا ہے اور اصولِ حدیث کے اصول تاریخ میں نہیں اپنائی گئی ورنہ بہت سے واقعات کے متعلق ہمارے پاس کوئی مواد موجود نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ شرائط بہت سخت ہیں تاہم مؤرخین نے سند کا اہتمام کیا ہے۔

محب الدین الخطیبؒ[47] لکھتے ہیں:

رأت أن من الإنصاف أن تجمع أخبار الإخباريين من كل المذاهب والمشارب–كالوط بن يحيى الشيعي المحترق، سيف بن عمر العراقي المعتدل– ولعل بعضهم اضطر إلى ذلك إرضاء لجهات كان يشعر بقوتها ومكانتها، وقد أثبت أكثر هؤلاء الأسماء رواة الأخبار التي أوردها؛ ليكون الباحث على بصيرة من كل بخبر بالبحث عن حال راويه، وقد وصلت إلينا هذه التركة لا على أنها هي تاريخنا، بل على أنها مادة غزيرة للدرس والبحث يستخرج منها تاريخنا، وهذا ممكن وميسور[48].

"ان (مؤرخین) کا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ ہر مسلک اور ہر مشرب کے لوگوں جیسے لوط بن یحیی غالی شیعہ اور سیف بن عمر العراقی معتدل شیعہ کی روایات اکھٹے کرتے ہیں۔ ممکن ہے شیعہ میں سے بھی بعض لوگ دوسری روایات کی قوت سے متاثر ہوئے ہو، ان مؤرخین نے اخبار کے راویوں کے نام درج کئے تاکہ بحث کرنے والا ہر خبر کے متعلق پوری بصیرت سے بحث کر سکے۔ اب جب ہمارے پاس یہ تاریخی ترکہ پہنچا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہماری تاریخ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ تو بحث و مباحثہ کے لئے ایک مواد ہے جس سے ہماری تاریخ مرتب ہوگی اور اگر کوئی ایسا آدمی اس پر غور کرے جو ان روایات کے ضعف و قوت کو دیکھ سکتا ہو تو یہ کام ممکن اور آسان ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ[49] سے بھی جب پوچھا گیا کہ تفاسیر میں کونسی تفسیر صحیح ہے تو آپؒ نے فرمایا:

واما التفاسير التي فى أيدى الناس فاصحه تفسير محمد بن جرير الطبرى[50].

"لوگوں کے ہاتھوں میں جو تفاسیر موجود ہیں ان میں صحیح ترین تفسیر، محمد بن جریر الطبریؒ کی ہے) اور یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ امام ابن تیمیہؒ کو شیعوں کے ساتھ سخت اختلاف تھا۔"

خلاصہ بحث

یہ ایک تاریخی حقیقت اور اتفاق ہے کہ تاریخ میں دو ابن جریر طبری ہو گزرے ہیں۔ ایک کا تعلق اہل سنت والجماعت اور دوسرے کا تعلق اہل تشیع سے تھا۔ مزید اتفاقات یہ ہیں کہ دونوں کے نام محمد، دونوں کے والد کے نام جریر، دونوں کی کنیت ابو جعفر ہیں۔ دونوں ہم عصر ہیں، دونوں کثیر التصانیف ہیں۔ فرق صرف دادا کے ناموں میں ہے۔ یعنی:

شیعہ ابن جریر کا پورا نام ہے: محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر الطبری[51]۔

اہل سنت والجماعت ابن جریر کا پورا نام ہے: محمد بن جریر بن یزید ابو جعفر الطبری[52]۔

مؤرخین اور ماہرین انساب سب اس بات پر متفق ہیں کہ ابن جریر طبری کے دادا کا نام یزید ہے رستم نہیں۔ رستم شیعہ ابن جریر کے دادا کا نام ہیں۔

تاریخ کے ان اتفاقات اور ناموں کی اس یکسانیت کی وجہ سے ابن جریر طبریؒ (اہل سنت والجماعت) کو شیعیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

وانماضره الاشتراک فی اسمه واسم ابیه ونسبه وکنیته ومعاصرته وکثرة تصانیفه[53].

"امام ابن جریر الطبری کو شیعہ ابن جریر کے نام، اس کے والد کے نام، اس کی نسبت کنیت اور معاصرت اور کثرت تصانیف میں مشترک ہونے نے نقصان پہنچایا۔"

پس واضح ہوا کہ محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبریؒ اہل سنت والجماعت کے عالم، امام، مؤرخ اور مفسر تھے۔

نتائج

1. ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بیک وقت، مفسر، محدث اور مؤرخ ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے ائمہ میں سے ہیں اور آپ کی کتاب تاریخ الامم والملوک تاریخ اسلامی کا ایک بنیادی مأخذ ہے۔
2. دوسرے ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم ہیں۔ شیعہ ہیں۔ اتفاق سے دونوں کی کنیتیں، نام، والد کے نام ایک ہیں، دادا کے نام میں فرق ہے۔ پہلے ابن جریر طبریؒ اہل سنت والجماعت جبکہ دوسرے شیعہ ہیں۔ پہلے ابن جریر کو علماء اہل سنت والجماعت نے امام تسلیم کیا ہے۔
3. ابن جریر طبریؒ کو شیعیت کی طرف منسوب کرنا غلط فہمی اور لاعلمی ہے۔
4. ابن جریر طبریؒ نے اپنی کتاب میں انداز یہ اختیار کیا ہے کہ ہر قسم کے روایاتکو جمع کیا ہے، روایات کی صحت وضعف کی چھان بین کا کام قاری پر چھوڑا ہے۔ اس لئے ایک واقعہ سے متعلق ہر قسم کے روایات جمع کرتے ہیں جو کبھی کبھی متضاد روایات بھی ہوتے ہیں۔
5. ابن جریر طبریؒ کے کتابوں کا اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ علامہ موصوف کے عقائد شیعوں والے عقائد نہیں بلکہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق ہیں۔ لہٰذا ابن جریر طبریؒ کو شیعہ سمجھنا غلط ہے۔

6. شیعہ ابن جریر دوسرے شخص ہیں جس کی اکثر باتیں اتفاقاً اہل سنت والجماعت کے ابن جریر الطبریؒ سے ملتی جلتی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن الندیم نے امام طبری کا پورا نام محمد بن جریر بن یزید بن خالد لکھا ہے جبکہ دیگر کتب میں خالد کی جگہ "کثیر" لکھا گیا ہے یعنی محمد بن جریر بن یزید بن کثیر۔ علامہ الذہبی نے بھی محمد بن جریر بن یزید بن کثیر لکھا ہے۔
ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، البدایہ والنہایہ، تحقیق: علی شیری، ۵: ۴۰۱، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، ۱۴۰۸/۱۹۸۸ء

الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۳۲۱، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء

2 میم اور لام کے ضمہ کے ساتھ۔ یہ طبرستان کا ایک شہر ہے جہاں پر ابن جریر طبریؒ پیدا ہوا تھا۔ طبرستان بحر قزوین کے جنوب میں ایک پہاڑی علاقہ ہے آمل کا شہر عباسیہ دولت کے آخر میں قائم کیا گیا۔ اس کو ابتدا میں آمل زم کہا جاتا تھا۔ یہ شہر مرو شہر سے تقریباً ۱۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔
الحموی، ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ، المعجم البلدان ا: ۵۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء

3 ابن الندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، ص: ۲۹۱، ماروی آفسٹ پرنٹنگ، تہران ایران، س۔ن

4 بغداد، عراق کی دار الحکومت ہے۔ اس (بغداد) کی بنیاد خلیفہ ابو جعفر منصور نے ۱۴۵ھ میں رکھی اور ۱۴۹ھ میں مکمل ہوئی۔ خلافت عباسیہ کے دوران اس شہر میں دنیا کے کونے کونے سے شعراء، ادباء اور دانشوروں کو بلا کر آباد کیا گیا۔ (الحموی، معجم البلدان ا: ۳۶۰)

5 ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵: ۴۰۱-۴۰۷۔۔۔ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۲۹۱-۲۹۲۔۔۔ الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۳۲۳

6 آپ کا پورا نام ابو حامد احمد بن محمد بن احمد ہے۔ شافعی مسلک سے تعلق تھا اور ان کے بڑے علماء میں شامل ہیں۔ ۳۴۴ھ/۹۵۵ء کو اسفرائین (نیشاپور) میں پیدا ہوئے۔ بغداد کے سفر کئے اور کئی علماء سے استفادہ کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۴۰۶ھ/۱۰۱۶ء کو بغداد میں وفات پائی۔ (الزرکلی، خیر الدین، الاعلام، دار العلم للملائین ا: ۲۱۱، بیروت، لبنان، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۰ء)

7 الذہبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۳۲۳

8 آپ کا پورا نام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت ہے۔ خطیب بغدادی کے نام سے شہرت پائی۔ بیک وقت حافظ حدیث اور مؤرخ تھے۔ ۴۶۳ھ / ۱۰۷۲ء کو بغداد میں وفات پائی۔ (الاعلام ۱: ۱۷۲)

9 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵: ۴۰۲ - ۴۰۴،

10 آپ کا نام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ السلمی ہے۔ ۲۲۳ھ / ۸۳۸ء کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ اپنے وقت میں نیشاپور کے امام تھے۔ آپ فقیہہ، مجتہد اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔ کئی علمی سفر کئے۔ ۱۴۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ ۳۱۱ھ / ۹۲۴ء کو نیشاپور میں وفات پائی۔ (الاعلام ۶: ۲۹)

11 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵: ۴۰۴

12 آپ کا پورا نام ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر ہے۔ حافظ، مؤرخ اور فقیہ ہیں۔ بصرہ میں ۷۰۱ھ / ۱۳۰۲ء کو پیدا ہوئے۔ تصانیف میں تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) مشہور ہے۔ دمشق جا کر سکونت اختیار کی۔ اور وہی ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء کو وفات پائی۔ الاعلام ۱: ۳۲۰

13 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵: ۴۰۴

14- آپ کا نام احمد بن علی بن محمد اور کنیت ابو الفضل ہے۔ قاہرہ میں ۷۷۳ھ / ۱۳۷۲ء کو پیدا ہوئے۔ بڑے عالم، محدّث اور مؤرّخ تھے۔ قاہرہ میں ۸۵۲ھ / ۱۴۴۹ء کو وفات پائی۔ (الاعلام ۱: ۱۷۸)

15 ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، لسان المیزان ۸: ۱۱۳، مؤسسۃ الاعلمی، بیروت، لبنان، ۱۳۹۰ھ / ۱۹۷۱ء

16 آپ کا نام محمد بن احمد بن عثمان اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ ۶۷۳ھ / ۱۲۷۴ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔ حافظ، محقق اور مؤرخ ہیں۔ میزان الاعتدال، سیر اعلام النبلاء اور تاریخ اسلام مشہور کتب ہیں۔ ۷۴۸ھ / ۱۳۴۸ء کو دمشق میں وفات پائی۔ (الاعلام ۵: ۳۲۶)

17 الذہبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، میزان الاعتدال، تحقیق: ڈاکٹر عبد الفتاح و دیگر، ص: ۹۰، مکتبہ رحمانیہ، لاہور پاکستان، س۔ن

18 الذہبی، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۳۲۳

19 محمد محزون، تحقیق مواقف الصحابہ فی الفتنہ، ص: ۱۲۸

20- الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک ۱: ۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء

21- علامہ شبلی نعمانیؒ ۱۸۵۷ء کو اعظم گڑھ ضلع کے گاؤں بندول میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ حبیب اللہ ہے جو پیشے کے لحاظ سے وکیل تھے۔ آپ مؤرخ، محقق اور ماہر تعلیم تھے۔ ندوۃ العلماء کے نام سے مشہور مدرسے کی بنیاد رکھی جس نے نامور افراد پیدا کئے۔ دیگر کارناموں میں "سیرۃ النبی ﷺ" اہم تالیف ہے۔ دو جلدوں کی تکمیل کے بعد ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ بقیہ جلدیں آپ کے قابل شاگرد سید سلیمان ندوی نے مکمل کیں۔ (ڈاکٹر انور محمود، اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ، ص: ۵۳۵-۵۹۸، اقبال اکادمی لاہور پاکستان، ۱۴۱۰ھ / ۱۹۸۹ء)

22 شبلی نعمانی، سیرت النبی ﷺ، ۱: ۵۱-۵۲، ناشران قرآن لمیٹڈ، لاہور پاکستان، س۔ن

23 تمنا عمادی پھلواری شریف، پٹنہ، انڈیا میں ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوئے اور ۱۹۷۲ء کو کراچی میں وفات پائی۔ آپ کا پورا نام سید حیات الحق محمد محی الدین ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

http://.wikipedia.org/Allam_Tamanna_Imadi

24 نام محمد بن مسلم بن عبداللہ بن شہاب الزہریؒ ہے۔ قریش کے بن زہرہ بن کلاب سے تعلق تھا۔ ۵۸ھ /۶۷۸ء کو پیدا ہوئے۔ تابعی، حافظ حدیث اور فقیہہ تھے۔ اہل مدینہ میں سے تھے۔ ۱۲۴ھ / ۷۴۲ء کو شغب جو حجاز کا آخری اور فلسطین کا اول حد ہے، میں وفات پائی۔ (الاعلام ۷: ۹۷)

25 تمنا عمادی، تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۱۴

26 ایضاً، ص: ۴۵۳

27 ایضاً، ص: ۴۵۳

28 ایضاً، ص: ۴۵۶

29 غدیر خم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک چشمہ ہے جو جحفہ کے قریب تھا۔ اہل تشیع کے عقیدے کے مطابق یہاں نبی ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر ٹھہرے تھے اور علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا۔

(لویس معلوف، المنجد فی الاعلام: ۴۰۵ دار المشرق، بیروت، لبنان، ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء)

30 تمنا عمادی، تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۴۵۷

31 آپؒ کا پورا نام احمد بن علی بن عمرو السلیمانی البیکندی ہے۔ اور کنیت ابو الفضل ہے۔ حفاظ مکثرین میں سے تھے۔ عراق، شام اور دیار مصر کے سفر کئے۔ چار سو سے زاید کتب لکھیں۔ ۴۱۲ھ کو وفات پائی۔

(السمعانی، ابو سعد عبد الکریم بن محمد بن منصور، الانساب ۱: ۴۳۴ دار الجنان، بیروت لبنان، ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء)

32 تمنا عمادی، تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۴۵۸

33 ایضاً

34 آپ کا نام لوط بن یحیٰ بن سعید بن مخنف ہے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ سیر اور اخبار کا عالم ہے۔ تاریخ کے بارے میں زیادہ کتابیں لکھیں مثلاً "مقتل علیؓ" "مقتل حسینؓ" اور فتوح الشام" "الجمل" اور "صفین" وغیرہ۔ ۱۵۷ھ / ۷۷۴ء کو وفات پائی۔ (الاعلام ۵: ۲۴۵)

35 عمادی، تمنا، امام زہری و امام طبری تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۴۵۹، الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ) ناظم آباد کراچی، س۔ن)

36 ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ ۵: ۴۰۷

37 شیعہ کے نزدیک حدیث غدیر خم کا مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کا مرادیہ تھا کہ جس کا میں والی ہو اس کا علیؓ بھی والی ہے۔اور اہل سنت والجماعت کا اس سے مفہوم یہ ہے کہ نبی ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جس کو میں محبوب اور پیارا ہو اس کو علیؓ بھی محبوب اور پیارا ہے۔(آل خمیس، ابو محمد عثمان بن محمد، حقبة من التاریخ، ص :۱۹۵، دارالایمان، اسکندریہ، س۔ن)

38 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵: ۴۰۷

39 محمد محزون، تحقیق مواقف الصحابہ فی الفتنہ، ص: ۱۳۶ مکتبہ دارالسلام، ۱۴۲۸ھ / ۲۰۰۷ء

40-الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، صریح السنہ، تحقیق: بدر یوسف، ص:۲۴، دارالخلافہ، کویت، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۴ء

41 الذہبی، میزان الاعتدال ۶: ۹۰

42 ابن حجر، لسان المیزان ۸: ۱۱۳

43 ابن کثیر، البدایہ والنہایہ ۵: ۴۰۷

44 الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تفسیر الطبری، تحقیق: احمد محمد شاکر ۱۰: ۶۱-۶۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء

45 آپ کا نام محمد بن السائب بن بشر الکلبی ہے۔انساب، اخبار اور ایام العرب کا عالم ہے۔کوفہ میں پیدا ہوئے۔کہا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن سبا کے ساتھیوں میں سے تھا۔اور رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا۔کوفہ میں ۱۴۶ھ / ۷۶۳ء کو وفات پائی۔(الاعلام ۶: ۱۳۳)

46 نام ہشام بن محمد بن سائب کلبی ہے۔ابو نصر اور ابو المنذر بھی کہا جاتا ہے۔مشہور مؤرخ ہے۔کوفہ میں پیدا ہوئے۔۲۰۴ھ / ۸۱۹ء کو وفات پائی۔

47 نام: محمد بن عبد القادر اور کنیت ابو الفتح ہے۔۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۶ء کو دمشق میں پیدا ہوئے۔عبد القادر جیلانیؒ کے اولاد میں سے ہیں۔کئی کتابوں کا ترجمہ کیا اور ان پر حواشی اور تعلیقات لکھیں۔مثلاً منہاج السنۃ، العواصم من القواصم اور تحفہ اثناعشریہ وغیرہ۔۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء کو وفات پائی۔(الاعلام ۵: ۲۸۲)

48 ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبد اللہ، العواصم من القواصم، تحقیق: محب الدین الخطیب، ص۱۳۹-۱۴۰، مکتبہ السنہ، قاہرہ، مصر، ۱۴۲۰ھ / ۲۰۰۰ء

49 آپ کا نام احمد بن عبد الحلیم اور کنیت ابو العباس ہے۔اپنے وقت کے امام اور شیخ الاسلام تھے۔حران میں ۶۶۱ھ / ۱۲۶۳ء کو پیدا ہوئے۔اور دمشق میں ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء کو جیل میں وفات پائی۔(الاعلام ۱: ۱۴۴)

50 ابن تیمیہ، اَبو العباس احمد بن عبد الحلیم، الفتاوی الکبریٰ، تحقیق: حسنین محمد مخلوف ۵: ۸۴، دار المعرفۃ بیروت لبنان، ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء

51 الذہبی، میزان الاعتدال ۶: ۹۰

52 ایضاً

53 ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی، لسان المیزان ۸: ۱۱۳-۱۱۴